WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۲، ربیع الاول کے دن روزہ رکھنے کے
جوازی دلائل پر مشتمل ایک مفید فتویٰ

عید کا روزہ؟

حضرت علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور پاکستان

۱۲ ربیع الاول کے دن روزہ رکھنے کے جوازی دلائل

پر مشتمل ایک مفید فتویٰ

بنام

عید کا روزہ؟

محرّر

حضرت علامہ مفتی محمد اکمل عطا قادری عطاری

دامت برکاتھم العالیہ

ناشر

مکتبۂ اعلیٰ حضرت، دکان نمبر «4» دربار مارکیٹ سستا ہوٹل لاہور

786
92

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	ــــــــ	عید کا روزہ ؟
مؤلف	ــــــــ	علامہ مفتی محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی
صفحات	ــــــــ	16
ہدیہ	ــــــــ	8 روپے
اشاعت اول	ــــــــ	اپریل 2003ء

﴿توجہ فرمائیں﴾

آپ سے مدنی گذارش ہے کہ خط وکتابت کے لئے آئندہ درجِ ذیل پتے کو استعمال کریں نیز ہماری کتب بھی (پرچون وہول سیل) یہاں سے طلب فرمائیں۔

مکتبہ اعلیٰ حضرت دکان نمبر 4 داتا دربار مارکیٹ سستا ہوٹل لاہور

Ph.....042-7247301......

E.Mail Adress : ajmalattari20@hotmail.com

پیشِ لفظ

بسا اوقات انسان اپنی عدم توجہی یا جہالت کی بناء پر کسی غلط بات کے درست ہونے کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے اور خود کو اس دعوے میں بجانبِ حق تصور کرتے ہوئے اپنے موقف پر ڈٹ جاتا ہے۔اس کا نقصان فقط اس کی ذات کو ہی نہیں، بلکہ اس سے تعلق رکھنے والوں کو بھی پہنچتا ہے، کیونکہ وہ بھی اس کی نسبت سے اسی غلط موقف کو حق تصور کر کے ناحق کو حق اور حق کو ناحق ثابت کرنے میں لگ جاتے ہیں۔

ایسے موقع پر سعادت مندی کی علامت ہے کہ اگر کوئی درست وحق بات ثابت کر دے، تو چاہے خلافِ مزاج ہی کیوں نہ ہو، اسے قبول کر لیا جائے نہ صرف خود، بلکہ جن جن لوگوں کو غلط راہ پر گامزن کیا تھا، انہیں بھی درست راستے پر چلنے کی تلقین کی جائے اور اس فعل میں کسی قسم کی عار و بے عزتی نہ محسوس کی جائے۔

اس رسالے میں ایک ایسی ہی غلط فہمی میں مبتلاء شخص کی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

خادمِ مکتبہ اعلیٰ حضرت (قدس سرہ)

محمد اجمل عطاری

۱۳ صفر المظفر 16 اپریل 2003ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ:۔ (سائل:سلیم خان۔محمود آباد ۲۔حقانی مسجد۔نزد گرین بیلٹ۔کراچی)

علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول کا روزہ رکھنا کیسا ہے؟

زید اس دن روزہ رکھنے کو اس دلیل کے ساتھ ناجائز قرار دیتا ہے کہ یہ دن، مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہے، اور عید کے دن خوشیاں منائی جاتی ہیں، کھایا پیا جاتا ہے، نہ کہ روزہ رکھا جاتا ہے۔چنانچہ کھائیں ،پئیں اور نئے یا پرانے صاف ستھرے لباس پہنیں، لیکن روزہ نہ رکھیں، بلکہ وہ اس منع کرنے میں انتہائی شدت سے کام لیتا ہے۔زید کی ''دلیل'' ...اور...''روزے سے روکنے'' کی شرعی حیثیت بھی واضح کی جائے؟''

الجواب بتوفیق الوھاب

اس دن روزہ رکھنا بالکل جائز اور بنیتِ حسن، مستحب وباعثِ نزول رحمت وسببِ حصولِ برکت ہے۔زید کا اس دن روزے سے روکنا، بلکہ اس منع کے ساتھ ساتھ شدت وسختی اختیار کرنا، خلافِ شرع اقدام ہے، جس سے بچنا لازم اور ارتکاب پر توبہ واجب ہے۔درجِ ذیل دلائل پر قبولِ حق کی نیت سے غور وتفکر، ان شاء اللہ عزوجل مسئولہ مسئلے کی شرعی حیثیت کو بالکل واضح کردے گا۔

پہلی دلیل:۔

ورودِ شرع کے بغیر کسی شے یا فعل کو ناجائز قرار دینا، شریعتِ مطہرہ پر افتراء اور قلب کے خوفِ خدا (عزوجل) سے محروم ہونے یا جہالت میں ابتلاء کی دلیل باہرہ

ہے۔ کیونکہ

اہل علم جانتے ہیں کہ حصولِ منافع کے اعتبار سے تمام اشیاء میں اصل،

اباحت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

"**هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا** ۔وہی ہے جس نے

تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔" (پ ۱۔ بقرہ ۲۹)

حضرت امام فخر الدین رازی (رحمہ اللہ) اس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے

ارشاد فرماتے ہیں،

"**والفقهاء رحمهم الله استدلوا به على ان الاصل فى المنافع الاباحة** ۔یعنی فقہاء کرام (رحمہم اللہ) نے مذکورہ آیتِ پاک سے اس بات پر استدلال

کیا ہے کہ منافع میں اصل، اباحت ہے۔"

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ) ارشاد فرماتے ہیں،

ممنوع وہی ہے جسے خدا اور رسول منع فرمائیں (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم)، بے ان

کی نہی (یعنی منع فرمانے) کے کوئی شے ممنوع نہیں ہوسکتی۔

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد ہشتم جدید۔ صفحہ نمبر ۴۷۷)

مزید ارشاد فرمایا،

"اصل یہ ہے کہ اصلِ اشیاء میں طہارت وحلت ہے، جب تک نجاست یا

حرمت معلوم نہ ہو حکم جواز ہے۔" (فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم (قدیم)۔ صفحہ ۱۷۷)

بغیر دلیل کسی چیز کو ناجائز وحرام کہنے کی ممانعت فرماتے، بلکہ اسے معصیت

قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں،

''اصل اشیاء میں اباحت ہے، جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو، اس پر جرأت ممنوع و معصیت ہے۔''...... کچھ آگے علامہ عبدالغنی نابلسی (رحمہ اللہ) کا قول نقل فرماتے ہیں کہ،

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالی باثبات الحرمۃ والکراھۃ الذین لابدلھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل ''احتیاط، (کسی چیز کے بارے میں بلا دلیل) حرمت و کراہت ثابت کر کے اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے میں نہیں، کیونکہ ان کے لئے دلیل ضروری ہے، بلکہ احتیاط اباحت کے قائل ہونے میں ہے جو کہ اصل ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم (قدیم)۔ صفحہ ۱۸۱)

امام کے لئے خطبوں کے درمیان دعا کے جواز کے بارے میں سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں،

''امام کے لئے تو اس دعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، جس کے لئے نہی شارع (یعنی شارع کی جانب سے ممانعت کا) نہ ہونا ہی سندِ کافی۔'' (ایضا)

مزید ارشاد فرماتے ہیں،

''جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا، ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتا، جو ادعائے منع (یعنی ممانعت کا دعویٰ) کرے، اثباتِ ممانعت اس کے ذمہ ہے۔'' (ایضا)

ایک اور مقام پر صراحۃً رقم طراز ہیں،

''جب تک کسی فردِ خاص سے متعلق خاص طور پر ممانعت وارد نہ ہو، تو ایسے مقام میں راہ (یعنی درست طریقہ) یہ نہیں کہ جائز کہنے والے سے خصوصیت کا ثبوت مانگیں، بلکہ راہ یہ ہو گی کہ اس فردِ خاص سے متعلق ممانعت کی صراحت، شریعت سے نکالیں۔'' (فتاویٰ رضویہ۔جلد نہم جدید۔صفحہ نمبر ۵۸۱)

ایک اور جگہ تحریر فرمایا،

''ادعائے بے دلیل (یعنی بغیر دلیل کے دعویٰ کرنا) محض باطل وذلیل۔''

(فتاویٰ رضویہ۔جلد نہم جدید۔صفحہ نمبر ۶۵۶)

پھر ادلہ شرعیہ چار ہیں۔

﴿1﴾ قرآن... ﴿2﴾ سنت... ﴿3﴾ اجماع... ﴿4﴾ قیاس۔

ماقبل مذکورہ تفصیل کی روشنی میں معترض سے سوال کیا جانا چاہیئے کہ ان ادلہ اربعہ میں سے کس دلیل کی بناء پر بارہ ربیع الاول کا روزہ ناجائز قرار دے رہا ہے؟......اگر ان ماٰخذِ مذکورہ میں سے کسی سے بھی دلیل لانے میں کامیابی حاصل نہ کر سکے، تو پھر اسے درج ذیل آیات اور حدیثِ مبارکہ یاد رکھنی چاہئیں۔

(1)'' یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ☆ اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں جو کہ اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔(کنزالایمان۔پ ۷ مائدہ۔۸۷)''

(2)"قُلْ اَرَءَ یْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْہُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۗ قُلْ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ اَمْ عَلَی اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ ☆ "تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لئے رزق اتارا، اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام وحلال ٹھہرالیا، تم فرماؤ کیا اللہ نے اس کی تمہیں اجازت دی یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ (کنزالایمان۔پ ۱۱۔یونس۔۵۹)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے،

"اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو اپنی طرف سے حلال یا حرام کرنا ممنوع اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ آج کل بے شمار لوگ اس میں مبتلاء ہیں کہ ممنوعات کو حلال کہتے ہیں اور مباحات کو حرام۔ بعض سود، تصویروں، کھیل تماشوں، عورتوں کی بے پردگیوں، بھوک ہڑتال (جو خودکشی ہے) کو حلال ٹھہراتے ہیں اور بعض حلال کو حرام ٹھہرانے پر مصر ہیں، جیسے محفل میلاد، فاتحہ، گیارہویں شریف وغیرہ، اسی کو قرآن میں اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا بتایا۔"

نیز رحمتِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا،

"اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَمَاسَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّاعَفَا عَنْہُ. حلال وہ ہے، جسے اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے، جسے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس چیز کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی، تو وہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جنہیں معاف فرمایا گیا ہے۔" (ترمذی۔کتاب اللباس)

دوسری دلیل:۔

اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے،

''وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۔اور جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں، وہ لو اور جس سے منع فرمائیں، باز رہو۔''

(کنز الایمان ۔پ ۲۸ ۔الحشر ۔۷)

مذکورہ فرمانِ الٰہی عزوجل کی روشنی میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں حکم رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تلاش کیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ بارگاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سال بھر میں کل پانچ دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

(۱) عید الفطر.....

(۲) عید الاضحیٰ...اور...

(۳،۴،۵) ایامِ تشریق....(یعنی ۱۱،۱۲،اور ۱۳ ذی الحجہ، تین دن)

جیسا کہ

مسلم شریف (کتاب الصیام ۔جلد ۱ ۔صفحہ نمبر ۳۶۰) میں ہے،

''عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) نَھٰی عَنْ صِیَامِ یَوْمَیْنِ یَوْمِ الْاَضْحٰی وَیَوْمِ الْفِطْرِ ۔یعنی حضرتِ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دو دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرما دیا، یوم فطر اور یوم الاضحیٰ۔''

اور

مسلم شریف میں اسی مقام پر آگے مذکور ہوا،

عَنْ نُبَیْشَةَ الْهُذَلِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ ۔یعنی حضرت نُبَیْشَہ هُذَلِیؓ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ایامِ تشریق، کھانے اور پینے کے دن ہیں''

مندرجہ بالا دونوں احادیثِ کریمہ سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سال بھر میں پانچ دنوں میں روزہ رکھنا منع فرمایا ہے۔

جب کہ نفل روزوں کے فضائل پر مشتمل احادیثِ کریمہ مطلق ہیں، جن سے بقیہ تمام دنوں میں روزہ رکھنے کا جواز بالکل ظاہر ہے۔

پس احناف (رحمہ اللہ) کے مسلمہ ضوابط یعنی ''اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ'' اور ''اَلْمُقَیَّدُ یَجْرِیْ عَلٰی تَقْیِیْدِہٖ'' کی رعایت کرتے ہوئے ،مذکورہ پانچ دنوں میں روزہ حرام وممنوع اور بقیہ تمام دنوں میں جائز ومشروع قرار دیا جائے گا۔

اصول الشاشی میں مولانا نظام الدین شاشی (رحمۃ اللہ علیہ) اسی اصول کے تحت ارشاد فرماتے ہیں ''وان لم یعین الشرع له وقتا فانه لا یتعین الوقت له بتعیین العبد حتی لو عین العبد ایاما لقضاء رمضان لا تتعین هی للقضاء ویجوز فیها صوم الکفارة ونفل ویجوز قضاء رمضان فیها وغیرها ۔اور اگر شریعت نے روزے کے لئے کوئی وقت مقرر نہ فرمایا ہو، تو بندے کے معین کرنے سے اس کے لئے کوئی وقت معین نہیں ہوسکتا (کیونکہ یہ مطلق کو مقید کرنا ہے)، حتی کہ اگر کسی شخص نے قضائے رمضان کے لئے چند دنوں کو مخصوص کرلیا، تو وہ

دن صرف قضائے رمضان کے لئے ہی مخصوص نہ ہو جائیں گے، بلکہ ان میں کفارے اور نفل کے روزے بھی جائز ہیں اور قضائے رمضان اور اس کے علاوہ کے بھی۔''

کچھ آگے مزید فرماتے ہیں، ''ثم للعبدان یوجب شیئاعلی نفسہ موقتا اوغیر موقت ولیس لہ تغییر حکم الشرع مثالہ اذا نذران یصوم یومابعینہ لزمہ ذلک ولو صامہ عن قضاء رمضان اوعن کفارتہ جاز لان الشرع جعل القضاء مطلقا فلایتمکن العبد من تغییرہ بالتقیید بغیر ذلک الیوم۔ یعنی پھر بندے کے لئے جائز ہے کہ وہ خود پر تعیین وقت کے ساتھ یا بغیر کسی تعیین کے کسی چیز کو لازم کر لے، لیکن اس کے لئے جائز نہیں کہ حکم شرع کو تبدیل کر دے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی معین دن میں روزہ رکھنے کی نذر مانی، تو یہ روزہ اس پر لازم ہو جائے گا اور اگر اس نے اسی معین دن میں قضائے رمضان یا کفارہ یمین کا روزہ رکھ لیا، تو جائز ہے، کیونکہ شرع نے قضائے رمضان کی ادائیگی کو مطلق رکھا ہے (یعنی ان کی ادائیگی کے لئے کسی خاص دن کی تعیین نہیں فرمائی ہے) لھذا بندہ (من جانب شریعت) اس بات پر قادر نہیں کہ قضائے رمضان کو اس معین دن کے علاوہ دن کے ساتھ مقید کر دے۔[1]

﴿فصل المامور بہ نوعان۔ ص ۳۹﴾

مذکورہ مسئلے کے مطابق معترض بھی بارہویں شریف کے روزے کو منع کر کے ''صراحۃ نہیں تو دلالۃ'' دراصل یوں ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ''شرعی حکم وارد ہوئے

[1]: یعنی یوں کہ یہ دن تو نذر کے روزے ساتھ خاص ہو گیا لھذا اس میں قضائے رمضان ادا نہیں ہو سکتی۔

بغیر صرف میری عقلی دلیل سے سال کے پانچ دنوں کے علاوہ ایک دن اور بھی ہے ،جس میں روزہ رکھنا منع ہے۔اور یہ ہی مطلق کو مقید کرنا ہے،جو اس سلسلے میں قابل قبول کسی دلیل شرعی کے بغیر ہرگز جائز نہیں۔اور اہل علم پر مخفی نہیں اس مقام پر کسی آیتِ کریمہ یا حدیثِ متواتر و مشہورہ میں سے کسی کو بطورِ دلیل پیش کرنا لازم ہے۔

تیسری دلیل:۔

امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے موقوفاً روایت کیا کہ

''فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَأَوْا سَيِّءً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّءٌ ۔یعنی پس جس شے یا فعل کو مسلمان اچھا گمان کریں، وہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسے برا گمان کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی برا ہے۔'' (مسند امام احمد بن حنبل۔باقی مسند المکثرین)

اس روایت کی روشنی میں بآسانی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ فی زمانہ کثیر مسلمان بارہ ربیع الاول کا روزہ رکھتے اور اسے نسبتِ میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور باعثِ برکت ہونے کی وجہ سے اچھا و بہتر گمان بھی کرتے ہیں، چنانچہ یہ عمل بارگاہِ رب العزت میں بھی مقبول و بہتر ہے اور جو عمل اللہ عزوجل کے نزدیک اچھا ہو، اس سے روکنا یقیناً قبیح و مکروہ ہے۔

چوتھی دلیل:۔

حدیثِ مبارکہ سے ماخوذ اصول ہے کہ جس تاریخ کو کسی خاص و محترم واقعہ

سے نسبت ہو جائے، اس دن بطورِ شکرانہ روزہ رکھنا، جائز و مستحب اور محبوبان باری تعالیٰ کا طریقہ حسنہ رہا ہے۔ جیسا کہ

حضرتِ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ "قَدِمَ النَّبِیُّ (صلی اللہ علیہ وسلم) الْمَدِیْنَۃَ فَرَأَی الْیَهُوْدَ تَصُوْمُ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ مَاهٰذَا قَالُوْا هٰذَا یَوْمٌ صَالِحٌ هٰذَا یَوْمٌ نَجَّی اللّٰهُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهٗ مُوْسٰی قَالَ فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ فَصَامَهٗ وَاَمَرَ بِصِیَامِهٖ۔ یعنی جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینۂ منورہ تشریف لائے، تو یہودیوں کو عاشورہ (یعنی دس محرم الحرام) کا روزہ رکھتے ہوئے پایا، دریافت فرمایا، یہ کیا دن ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟... انہوں نے عرض کی، "یہ عظمت والا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات عطا فرمائی، لھذا موسیٰ (علیہ السلام) نے (شکرانے کے طور پر) اس دن کا روزہ رکھا (چنانچہ ان کی اتباع میں ہم بھی روزہ رکھتے ہیں)۔" یہ سن کر رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، "موسیٰ (علیہ السلام) کی موافقت کرنے میں بنسبت تمہارے، میں زیادہ حق دار و قریب ہوں۔" چنانچہ آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی فرمایا۔" (بخاری۔ کتاب الصوم)

چونکہ حبیبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادتِ کریمہ، یقیناً موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کی نجات اور غرق فرعون سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ لھذا اس روز بھی اللہ تعالیٰ کے اس نعمت کے عطا فرمانے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ روزہ رکھنا بھی، عین سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی قرار دیا جانا چاہیئے۔

پانچویں دلیل:-

رسول (ﷺ) نے جمعۃ المبارک کو مسلمانوں کے لئے عید کا دن قرار دیا ہے۔جیسا کہ

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،''اِنَّ ھٰذَا یَوْمُ الْعِیْدِ جَعَلَہُ اللّٰہُ لِلْمُسْلِمِیْنَ ۔یعنی بے شک یہ (جمعہ) عید کا دن ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے عید کا دن بنایا ہے۔''

(ابن ماجہ۔کتاب الاقامۃ)

لیکن اس کے باوجود آپ کی جانب سے جمعۃ المبارکہ میں نفل روزہ رکھنے کی فضیلت نقل کی گئی ہے۔جیسا کہ

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) نقل فرماتے ہیں کہ''احادیثِ صحاح وحسان وصوالح میں اور بھی بہت روزوں کے فضائل آئے ہیں، جیسے کہ شش عید اور ایام بیض کہ ان میں سے ہر ایک سال بھر کے روزوں کا ثواب لاتا ہے کہ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا[1] وروزہ دوشنبہ وروزہ پنج شنبہ وروزہ چہار شنبہ وپنج شنبہ کہ دوزخ سے آزاد ہیں اور روزہ چہار شنبہ وپنج شنبہ وجمعہ کہ جنت میں گوہر ویاقوت وزبرجد کا گھر بناتے ہیں، بلکہ روزہ جمعہ یعنی جب کہ اس کے ساتھ پنج شنبہ یا شنبہ بھی شامل ہو، مروی ہوا کہ دس ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے۔''

مقام فکر ہے کہ حبیبِ کبریا (ﷺ) تو ایک دن کو بذاتِ خود عید کا دن

---

[1] :۔جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں ۔(ترجمہ کنز الایمان۔سورۃ الانعام ۱۶۰۔پ۸)

قرار دینے کے باوجود، اس میں روزہ رکھنے کو جائز قرار دیں اور جس دن کو ہماری عقیدت ومحبت، عید قرار دے، اس دن روزہ رکھنا ناجائز وناپسندیدہ ہوجائے؟...

لاحول ولاقوۃ الا باللہ........ اللہ تعالیٰ سمجھ اور قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔

یہاں تک پیش کردہ دلائل سے بخوبی واضح ہوگیا کہ سال میں پانچ روزوں کے علاوہ مزید کوئی بھی روزہ ممنوع نہیں۔ بلکہ اگر کسی تاریخ کو کسی اہم واقعے سے نسبت ہوجائے، تو اس میں روزہ رکھنا سنن انبیاء وصحابہ کرام (علیہم السلام ورضی اللہ عنہم) ہے۔ لھذا بارہویں کا روزہ رکھنا بالکل جائز ودرست اور باعثِ برکت ہے۔

جو شخص اس روزے کو ناجائز کہتے ہوئے منع کرے، شرعی لحاظ سے قابل مذمت اور گناہگار ٹھہرے گا، کیونکہ روزہ رکھنا ایک نیکی ہے اور نیکی کے راستے سے روکنا شیطان کا کام ہے اور شیطانی کام اختیار کرنے والا یقیناً قابل مذمت ہے۔ نیز کسی جائز چیز کو ناجائز قرار دینا شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے، جیسا کہ ثابت ہوا اور افتراءِ مذکور گناہ ہے، لھذا ایسا شخص گناہ گار بھی ہوگا۔

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) سے ۲۷ رجب المرجب کے نفل روزے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ "اگر کوئی شخص روزہ ۲۷ رجب المرجب کو رکھے، تو کس قدر مستحق ثوابِ کار ہوگا؟ اور نیز دوسرے روزوں میں؟ اور اگر کوئی منع کرے اوروں کو اور منکر ہو خود، تو وہ کون ہے، گناہ گار ہے یا نہیں؟

آقائے نعمت، امام اہل سنت (رحمۃ اللہ علیہ) نے ثوابِ روزہ بیان کرنے کے بعد منع کرنے والے بارے میں ارشاد فرمایا،

''روزہ سے منع کرنا، خیر سے منع کرنا اور مَنَّاعٍ لِلْخَیْرِ[1] کے وبال میں داخل ہونا ہے، جب تک ذاتاً یا عارضاً ممانعتِ شرعیہ نہ ثابت ہو۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم جدید۔ صفحہ ۶۵۱۔۶۵۳)

اور یہاں بھی روزہ بارہ ربیع الاول میں نہ تو ذاتاً کوئی ممانعتِ شرعیہ موجود ہے اور نہ عارضاً، جیسا کہ دلائل سے بیان کیا جا چکا۔

نیز اس کا بارہ ربیع الاول کے دن کو عید الفطر و الاضحیٰ کے دنوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، جس کا ارتکاب کم از کم کسی اہل علم سے ہرگز متوقع نہیں۔ کما لا یخفی... **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

اللہ تعالیٰ ''ذاتی انا سے محفوظ رہتے ہوئے'' تسلیم حق کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

کتبہ

محمد کمال عطا قادری عطاری

عفی عنہ

۱۴۲۴ھ بمطابق (۱۲) اپریل 2003ء

جامع مسجد حقانی
دار الافتاء
امام اہلسنت

[1]: ۔یعنی بھلائی سے بہت روکنے والا